ایک درس مکتب اسلام سے

آقائے شریعت صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

گذشتہ سے پیوستہ

اللہ کا تصور برائی سے بچاتا ہے

انسان غرض کا بندہ ہے جذبات اور خواہشات کے آگے کسی رکاوٹ کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی تمناؤں کی تکمیل کے لیے دوسروں کے حقوق پر تجاوز کرتا ہے، اخلاقی رکاوٹوں کو پھاندجاتا ہے اور تہذیب وشائستگی کو پارہ پارہ کردیتا ہے اس کو اپنی حد پر قائم کرنے کے لیے ہر ملک اور ہر زمانہ میں قانون بنائے گئے اور اس قانون پر عمل کرانے کے لیے کسی نہ کسی طاقت کا وجود ضروری سمجھا گیا جو قانون توڑنے والوں کے دست ظلم کو کوتاہ کرسکے۔ لیکن یہ طاقت ہر جگہ نگرانی نہیں کرسکتی اور اس کی نگاہ سے چھپ کر جرم کرنا نہ صرف ممکن ہے بلکہ مجرم جرم کرتے ہی رہتے ہیں اور قانون کی گرفت سے بچتے ہی رہتے ہیں بعض لوگ اپنے اثر اور طاقت کی وجہ سے خود کو قانون سے بالاتر سمجھنے لگتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ ذہنوں میں اس بااقتدار خدا کا تصور پیدا کیا جائے جس سے چھپنا کسی صورت میں ممکن نہیں اور جس کے سامنے کوئی شخص قانون سے بالاتر نہیں۔

اللہ کا تصور ایک دوسرے سے قریب کرتا ہے

ایک کو دوسرے سے قریب کرنے کے لیے کسی رابطہ اور تعلق کی ضرورت ہے یہ رابطہ جتنا مضبوط ہوگا قربت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ اہل وطن سے محبت، اپنے ہم قوم کی الفت، وحدت خاندان کی بنا پر قربت، یہ سب وہ علاقے ہیں جو ایک سے دوسرے سے قریب کرتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی رابطہ اتنا مضبوط نہیں جتنا یہ تصور کہ سب کا خالق ایک، رازق ایک اور آقا ایک اور معبود ایک ہے اور سب اس کے عبد اور غلام ہیں یہ رابطہ ایک انسان کو دوسرے سے مانوس بناتا ہے اور قریب کرتا ہے اسی لیے ارشاد ہے ''واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا و لا تفرقوا'' تم سب الٰہی رسن سے وابستہ ہوجاؤ اور متفرق نہ ہو۔

صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ

اللہ نام ہے واجب الوجود کا یعنی جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں ہے وہ وجود ہی وجود ہے ذات اور وجود میں کوئی فرق نہیں عدم کا اس کی ذات میں گزر نہیں اس کا لازمہ یہ ہے کہ وہ کمال ہی کمال ہے اس میں نقص نہیں کیونکہ نقص نام ہے عدم کا اور وجود مطلق میں عدم کی گنجائش نہیں مثلاً جہالت نقص، جہالت کیا ہے، علم کا نہ ہونا، کمزوری کیا ہے، قوت کا نہ ہونا، ظلم کیا ہے، عدالت کی نفی، تو جب اللہ کی ذات میں وجود ہے اس میں عدم اور نفی کی گنجائش ہی نہیں اس میں کوئی نقص بھی نہیں پایا جاسکتا۔ اور ہر صفت کمال موجود ہے۔ یہ صفتیں جو اسمیں پائی جاتی ہیں صفات ثبوتیہ کہلاتی ہیں یہ آٹھ ہیں:۔

۱۔قدیم ۲۔قادر ۳۔عالم ۴۔حی ۵۔مرید
۶۔مدرک ۷۔متکلم ۸۔صادق

صفات سلبیہ بھی آٹھ ہیں:۔

۱۔ اس کا کوئی شریک نہیں ۲۔مرکب نہیں
۳۔متحیز نہیں ۴۔حلول درست نہیں ۵۔محل حوادث نہیں
۶۔مرئی نہیں ۷۔محتاج نہیں ۸۔صفات زاید برذات نہیں

صفات ثبوتیہ کی مختصر تشریح

قدیم:۔ (ہمیشہ سے ہے) ہر چیز کے متعلق یہ سوچا جا سکتا ہے کہ جب وہ نہ تھی سوائے اللہ کے متعلق یہ سوچنا درست نہیں کہ کب سے ہے یہ تو اس کے لیے پوچھا جا سکتا ہے کہ جو نہ رہا ہو اور پھر ہوا ہو کیونکہ اگر کبھی نہ تھا تو سوال ہوگا کہ کیسے ہوا کوئی چیز خود اپنی خالق تو ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ جو چیز ہو وہی دوسرے کو پیدا کر سکتی ہے اور جب نہ تھی تو اپنے کو پیدا کیسے کرے گی لازماً کسی دوسری چیز کو اللہ کا خالق ماننا پڑے گا تو پھر اصل خدا تو وہ چیز ہوئی جس نے اس کو پیدا کیا۔ اس کے علاوہ خدا وجود مطلق ہے تو کبھی بھی یہ ممکن نہیں کہ وجود مطلق عدم ہو جائے۔

قادر:۔ (اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں) جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ وھو علیٰ کل شئی قدیر اللہ ہر شئی پر قدرت رکھتا ہے کوئی چیز اس کے اقتدار سے باہر نہیں جیسا کہ ہم بتا چکے کہ عاجز ہونا عدم قدرت کا نام ہے۔ خدا کی ذات میں عدم کا تصور نہیں لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ فلاں بات سے اللہ عاجز ہے۔

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ محال باتوں پر اللہ قدرت نہیں رکھتا اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کے وجود کے فاعل میں قدرت ہونا ہی کافی نہیں بلکہ اس شے میں بھی وجود قبول کرنے کی صلاحیت ہونا چاہئے چونکہ محالات میں صلاحیت وجود نہیں لہٰذا اللہ کی قدرت کا تعلق ان سے نہیں ہو سکتا۔

عالم:۔ جزئیات وکلیات ہر شئی سے واقف ہے وہ ہر شئے کے پیدا ہونے سے پہلے، پیدا ہونے کے بعد اور فنا ہونے کے بعد بھی واقف ہے یعنی تبدیلی معلوم میں ہوتی ہے علم میں نہیں خدا کو اپنی ذات کا علم ہے اور اس کی ذات ہی ہر موجود کی علت ہے۔ اس کے ارادے سے ہر شئی ہوئی اور وہی ہر شئے کی بقا کا ذریعہ ہے جب علت کا علم ہوتا ہے تو لازماً معلول کا بھی علم ہوتا ہے مثلاً آفتاب کی وجہ سے دھوپ ہے جب ہمیں یہ علم ہوا کہ آفتاب موجود ہے تو لازماً علم ہو جائے گا کہ دھوپ بھی ہے چاہے ابر اسے ہم تک پہنچنے سے روکے ہی کیوں نہ ہو۔

حی:۔ (زندہ ہے) قرآن مجید میں یہ لفظ بہت سی آیات میں آیا ہے جیسے یحیی و یمیت و ھو الحی لا یمیت اللہ ہی موت دیتا ہے، اللہ ہی زندگی دیتا ہے۔ مگر وہ خود ایسا زندہ ہے جس کے لیے موت نہیں۔ مگر اس کی زندگی کا یہ مطلب نہیں کہ ہماری طرح اس کے جسم و روح ہے کہ جب دونوں میں تعلق قائم ہو تو ہم زندہ کہیں اور یہ تعلق ٹوٹ جائے تو مردہ کہیں۔ اس کے یہاں زندگی اور موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ عالم و قادر ہے اور جو عالم و قادر ہو اس کو زندہ کہا جاتا ہے لہٰذا وہ بھی زندہ ہے۔ (اس صفت کا علاحدہ ذکر ہی اس لیے

کیا جاتا ہے کہ لفظ حی سے کوئی شخص دھوکہ میں نہ پڑ جائے اور اللہ کے لیے بھی جسم وروح تجویز نہ کر بیٹھے)

مرید:- (ارادہ والا ہے) افعال دو طرح کے ہوتے ہیں ایک جبری، ایک اختیاری۔ جبری، جس کے کرنے پر قدرت نہ ہو۔ اختیاری، جس کے کرنے نہ کرنے دونوں پر قدرت ہو۔ پہلے کی مثال جیسے آگ کی حرارت، برف کی برودت اور اختیاری کی مثال جیسے لکھنا یا بولنا۔ مرید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے افعال آگ کی گرمی کی طرح نہیں جس میں ارادہ کا کوئی دخل نہ ہو بلکہ مصلحت اور موقع کے لحاظ سے جو بات مناسب سمجھتا ہے وہ کرتا ہے۔

مدرک:- بعض باتوں کا علم حواس سے ہوتا ہے جیسے گرمی یا سردی، نرمی یا سختی کو چھو کر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ رنگوں کو دیکھ کر اور آوازوں کو قوت سماعت سے سنا جاتا ہے۔ اللہ کے لیے یہ حواس تو نہیں ہیں، نہ وہ چھوتا ہے، نہ اس کے آنکھیں، کان نہ زبان ہے لہٰذا خیال ہو سکتا ہے کہ چونکہ محسوسات کا ذریعہ علم حواس ہیں اور اللہ کے لیے یہ حواس نہیں تو اس کا علم بھی نہ ہوتا ہوگا۔ لیکن اللہ چونکہ عالم الغیب والشہادہ ہے، ہر شئے کو اس کا علم محیط ہے لہٰذا اسے ان چیزوں کا بھی علم ہے فرق یہ ہے کہ ہم ذرائع اور آلات کے محتاج ہیں اور اللہ ان کا محتاج نہیں۔

(لا تدرکه الابصار و هو یدرک الابصار و هو اللطیف الخبیر)

متکلم:- (کلام کرنے والا) اس کا تکلم ہمارے جیسا نہیں اس لیے انسان کی ہدایت کے لیے کتابیں نازل کیں، اپنی مرضی اور مقصد سے انبیاء کو مطلع کیا اور اسکے لیے وہی ذریعہ اختیار کیا جس سے ایک انسان دوسرے کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ میرے دل میں کیا ہے اس کی تفسیر الفاظ کے ذریعہ ہی معلوم کی جا سکتی ہے اللہ نے بھی حروف و الفاظ کے ذریعہ اپنا مقصد ہم تک پہونچایا اس کے متکلم ہونے کے یہی معنی ہیں۔ ایسا نہیں کہ ہماری ہی طرح اس کی ذات میں بھی آواز قائم ہو۔ اس کے متکلم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس شے میں چاہتا ہے اپنے ارادۂ خاص سے کلام پیدا کر دیتا ہے۔

صادق:- اللہ متکلم ہے لیکن کلام دو طرح کا ہوتا ہے ایک سچا ایک جھوٹا۔ اللہ کے کلام میں کذب اور جھوٹ کی گنجائش نہیں کیوں کہ جھوٹ یا تو نادانی و جہالت کی بنا پر بولا جاتا ہے یا کسی مجبوری کی وجہ سے۔ خدا عالم بھی ہے اور قادر بھی لہٰذا نہ تو نادانی کا تصور کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ علم کے منافی ہے۔ اور نہ احتیاج کا کیوں کہ یہ قدرت کے منافی ہے لہٰذا اللہ کے لیے کذب ممکن نہیں۔

اقوال امام محمد باقر علیہ السلام

☆ علم حاصل کرو تا کہ لوگ تمہیں پہچانیں اور اس پر عمل کرو تا کہ تمہارا شمار علماء میں ہو۔
☆ عبادت الٰہی کا خاص خیال رکھو، اعمال خیر میں جلدی کرو، برائیوں سے اجتناب کرو۔
☆ لوگوں سے معاشرت نصف ایمان ہے اور ان سے نرم برتاؤ آدھی زندگی۔
☆ ہمیشہ لوگوں سے سچ بولو تا کہ سچ سنو (یاد رکھو) سچائی تلوار سے بھی زیادہ تیز ہے۔